تبصرہ کتب

آغا حسین ہمدانی، سلاطین دہلی کی سرحدی پالیسی، طاہر پرنٹرز اسلام آباد، ۱۹۹۳ء، ص ص ۳۰۱، قیمت غیر مجلد ۔/۱۵۰ روپے

زیر نظر کتاب ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی کے اس تحقیقی مقالہ کا اردو ترجمہ ہے جو انہوں نے قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری کیلئے پیش کیا۔ہمارے ہاں انگریزی کے مقابلہ میں اردو کتب کے پڑھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔اس لیے اس ترجمہ سے ایک اہم قومی ضرورت پوری ہو گئی ہے۔کتاب کا موضوع کئی لحاظ سے نہایت اہم ہے۔جنوبی ایشیا برصغیر کی تاریخ پر اب تک جو کتب لکھی گئی ہیں ان کا انداز اور دائرہ کار ایک ہی طرح کا رہا ہے کہ وہ دارالحکومت اور بادشاہی سے متعلق امور سے بحث کرتی ہیں۔ان میں نسبتاً دور افتادہ علاقوں کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ کی حیثیت ضمنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی کی کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ خالصتاً ان علاقوں کی تاریخ ہے جو آج پاکستان کا حصہ ہیں۔یوں موصوف نے جنوبی ایشیا کی تاریخ نویسی میں نئی طرح ڈال دی ہے جو آئندہ نئے رجحان اور انداز کا پیش خیمہ بنے گی۔اب اہل علم کے ہاں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ پاکستان کی تاریخ لکھتے وقت ان علاقوں کو مرکزی حیثیت دی جائے جو پاکستان کا حصہ ہیں۔اس کتاب سے اس احساس کو تقویت ملے گی۔

عہد سلاطین دہلی میں مغربی سرحد سے مراد پنجاب اور بالائی سندھ کے تمام وہ علاقے تھے جو آج پاکستان میں شامل ہیں۔اس دور کی تاریخ لکھتے وقت مؤرخین نے ان علاقوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔محض منگولوں کے حملوں کے واقعات میں ضمناً ان کا ذکر آتا رہا ہے۔تاریخی ماخذ بھی اس سلسلہ میں زیادہ ممد ثابت نہیں ہوتے۔اس صورت حال میں ڈاکٹر صاحب کے لیے سلاطین دہلی کی سرحدی پالیسی کے ساتھ ساتھ اس علاقہ کے حالات پر روشنی ڈالنا یقیناً ایک مشکل امر تھا۔تاہم موصوف مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ سلاطین کی حکمت عملی کے ساتھ ساتھ علاقے کی مربوط تاریخ

مرتب کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ کتاب کا موضوع محض سرحد کے تحفظ اور دفاع سے متعلق حکمت عملی تک محدود نہیں بلکہ اس میں سلاطین دہلی کی خارجہ پالیسی اور عالم اسلام کے ساتھ ان کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہ دور عالم اسلام میں انقلابات اور تبدیلیوں کا زمانہ تھا۔ مسلم حکومتیں اندرونی انتشار اور منگولوں کی تباہ کاریوں کا شکار تھیں۔ تیزی سے بدلتے ہوئے تناظر میں خارجہ حکمت عملی کے نشیب و فراز کا مطالعہ اپنی جگہ دلچسپ ہے۔

قرون وسطیٰ کی تاریخ کے مطالعہ میں ایک دقت یہ پیش آتی ہے کہ شہروں اور قبائل کے قدیم اور موجودہ ناموں کی تطبیق بعض اوقات ممکن نہیں ہوتی۔ پاکستان میں بیرونی حملوں کا تواتر، دریاؤں کے سیلاب اور دریائی گزرگاہوں کی تغیر پذیری ایسے عوامل ہیں جن کے تحت قدیم شہر صفحہ ہستی سے مٹتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی دقت نظری اور تحقیق سے بیشتر قدیم مقامات کا موجودہ نام یا محل وقوع کا تعین کیا ہے۔ اسی طرح کوہ جود اور یہاں بسنے والے قبائل پر بھی قابل قدر تحقیق کی ہے۔ اس سے کتاب کا مطالعہ نہ صرف دلچسپ ہو گیا ہے بلکہ اس کی افادیت میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

یہاں ایک دوسرے پہلو کی نشان دہی بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ کتاب کی طباعت کے دوران پروف کی تصحیح کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ کتاب میں کتابت اور املا کی اس قدر اغلاط ہیں کہ قاری کو ذہنی کوفت ہوتی ہے۔ اس سے بعض اوقات عبارت کا مفہوم بھی ناقابل فہم ہو کر رہ گیا ہے۔ اسی طرح بعض اسماء کی املا میں فرق ہے۔ مثلاً جلال الدین کے لقب کی چار املا منگبارنی، منگبرانی، منگبرنی اور منکبرنی دیکھنے میں آتی ہیں۔ مشہور قلعہ کا نام کہیں نندنہ اور کہیں نندانہ تحریر ہوا ہے۔ یہ چند مثالیں ہیں۔ طباعت میں ایسا تساہل ایک علمی اور تحقیقی کتاب کے شایان شان نہیں امید ہے کہ فاضل مصنف اگلے ایڈیشن میں اس قباحت کو دور کر دیں گے۔ کتاب بحیثیت مجموعی علمی سرمایہ میں بالعموم اور پاکستان کی تاریخ میں بالخصوص ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

صاحبزادہ عبدالرسول